ہے کہ:

اہل حدیث مکتب فکر کے اس موقف کی اصابت نے ہمارے بہت سے مسلمانوں کو عیسائی ہونے سے بچا لیا ہے۔ ورنہ ہوتا یہ تھا کہ: جب ایسے متاثرہ لوگ علمائے کرام کی طرف رجوع کرتے تو جو بزرگ "ایک مجلس میں تین طلاقوں" کو تین طلاق ہی قرار دیتے ہیں ان کی باتیں سن کر وہ عموماً عارضی طور پر یا مستقل طور پر عیسائی بن کر اس مخمصہ سے نکلنے کی کوشش کرتے تھے۔

اب ہمارا نقطۂ نظر یہ ہے کہ:

جس طرح بعض مصالح کی بنا پر تین طلاقوں کو حضرت عمرؓ نے مؤثر قرار دیا تھا، اسی طرح حالات کا تقاضا ہے کہ اب ہماری حکومتیں بھی اس مفسدہ کے سد باب کے لیے یکجا تین طلاقوں کو ایک ہی قرار دینے کا اعلان کریں تاکہ دنیا پریشانی سے نجات پا سکے۔ یہ احادیث قرآن کی روح کے بھی عین مطابق ہیں اور حالات کی نزاکت اور وقت کے تقاضوں کی روح سے بھی بالکل ہم آہنگ ہیں۔ طبیعت کو اگر اس انقباض سے صاف کر لیا جائے جو مخصوص وساطت اور خاص ڈگر سے وابستگی کی پیداوار ہوتا ہے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حکیمانہ تلقینات اور تعلیمات سے قدرتی ہم آہنگی اور مناسبت کے لیے شرح صدر جیسی دولت ضرور حاصل ہو سکتی ہے۔ جس کے بعد اور کسی چاشنی کی تمنا باقی نہیں رہتی۔

سب کچھ خدا سے مانگ لیا تجھ کو مانگ کر
اٹھتے نہیں ہیں ہاتھ میرے اس دعا کے بعد

۲۔ ایک صاحب پوچھتے ہیں کہ لوگ کہتے ہیں کہ:

۱۔ فرض نماز اور سنتوں کے درمیان زیادہ وقفہ نہیں ہونا چاہیے۔

۲۔ نیز یہ کہ جہاں فرض پڑھے جائیں، سنتیں وہاں سے ہٹ کر پڑھی جائیں مسنون کیا ہے؟

۳۔ ایک اور مولوی صاحب کہتے ہیں کہ امام ابن تیمیہؒ فرضوں کے بعد دعا مانگنے کے قائل نہیں ہیں۔ اس کی کیا وجہ ہے؟

قرآن و حدیث کی رُو سے صحیح کیا ہے؟

الجواب

فرضوں کے بعد سنتوں میں تاخیر۔ احناف کا خیال ہے کہ: تاخیر نہیں ہونی چاہیے! یہ مکروہ تنزیہی ہے، یعنی تاخیر خلاف اولیٰ ہے۔ اس کے باوجود اگر کوئی شخص تاخیر کر کے سنتیں پڑھتا

ہے تو وہ سنتیں ہی ہوں گی مگر غیر مسنون وقت میں۔

ویکرہ تاخیرا لسنۃ الا بقدر اللھم انت السلام الخ (در مختار) فتحمل الکراھۃ ..... علی التنزیھیۃ لعدم دلیل التحریمیۃ حتی لو صلاھا بعد الاوراد تقع سنۃ مؤداۃ لکن لا فی وقتھا المسنون (رد المختار)

قال ابن الھمام: ان السنۃ فی الصلوٰۃ التی بعدھا سنۃ ان لا یجلس بعد السلام الا قدر اللھم انت السلام ومنک السلام (فتح القدیر)

بقدر اللھم انت السلام ومنک السلام کا مطلب اندازاً اور تقریباً ہے۔ تحدیداً (حد بندی) نہیں ہے۔

لان المقدار المذکور من حیث التقریب دون التحدید ...... وکون التقریب فی التخمین دون التحدید بعد التحقیق (غنیۃ المستملی فی شرح منیۃ المصلی)

کہتے ہیں احادیث میں جس نماز کے بعد اذکار اور دعاؤں کا ذکر آیا ہے، اس سے ساری نماز مراد ہے، کیونکہ سنتیں فرضوں کا ضمیمہ ہوتی ہیں۔

واما ما روی من الاحادیث فی الاذکار عقیب الصلوٰۃ فلا دلالۃ فیھا علی الاتیان بھا عقیب الفرض قبل السنۃ بل یحمل علی الاتیان بھا بعد السنۃ ولا یخرجھا تخلل السنۃ بینھا وبین الفریضۃ عن کونھا بعدھا وعقیبھا لان السنۃ من لواحق الفریضۃ وتوابعھا ومکملاتھا فلم تکن اجنبیۃ منھا فما یفعل بعدھا یطلق علیہ انہ فعل بعد الفریضۃ وعقیبھا (غنیۃ المستملی)

لیکن یہ تاویل، تاویل سے زیادہ ایک تکلف ہے، جب حقیقت متعذر نہیں ہے پھر تاویل کا کیا فائدہ؟

یہ تاویل بتاویل مجاز ہے، لیکن یہاں حقیقت متعذر نہیں ہے، خاص کر "دبر الصلوٰۃ المکتوبۃ" کے الفاظ ان کی تاویل کو رد کرتے ہیں، صحیح یہ ہے کہ یہ تاخیر اوراد مسنونہ کے سوا ہو تو مناسب نہیں ہوگی، اس لیے فقہاء احناف نے بھی فرضوں کے بعد ان اوراد و اذکار کے پڑھنے کو بھی مستحب کہا ہے جن کے پڑھنے کا حدیث میں ذکر آیا ہے۔

ویستحب ان یستغفر ثلثا ویقرأ آیۃ الکرسی والمعوذات ویسبح ویحمد ویکبر ثلاثا وثلاثین ویھلل تمام المائۃ ویدعو ویختم بسبحان ربک (در مختار)

جو حضرات فرضوں کے بعد سنتوں کے پڑھنے میں تاخیر مناسب نہیں سمجھتے ان کے دلائل یہ ہیں:
حضرت عائشہ کا ارشاد۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سلام پھیر کر صرف بقدر اللھم انت السلام ومنک السلام بیٹھتے تھے۔

کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا سلّم لم یقعد الا مقدار ایقول اللھم انت السلام ومنک السلام تبارکت یا ذالجلال والاکرام (مسلم)

لیکن محدثین نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ نماز کی حالت میں قبلہ رخ بیٹھنے کی جو حالت تھی، سلام کے بعد تقریباً اتنے ہی وقفہ پر بدل جاتی تھی: علامہ سندھی حنفی لکھتے ہیں

الظاھر ان المراد لم یقعد علی ھیئتہ الا ھذا المقدار ثم ینصرف عن جھۃ القبلۃ و الانقد جاء انہ کان یقعد بعد صلوٰۃ الفجر الی ان تطلع الشمس وغیر ذلک، فلا دلالۃ فی ھذا الحدیث علی ان المصلی لا یشتغل بالاوراد الواردۃ بعد الصلوٰۃ بل یشتغل بالسنن الرواتب ثم یاتی بالاوراد کما قال بعض العلماء (حاشیہ ابن ماجہ باب ما یقال بعد التسلیم)

حضرت سمرۃؓ بن جندب کی روایت سے بھی یہی مترشح ہوتا ہے کہ پھر آپؐ مقتدیوں کی طرف رخ فرمالیتے تھے۔

کان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا صلی صلوٰۃً اقبل علینا بوجھہ (بخاری باب یستقبل الامام الناس اذا سلم) حضرت انسؓ سے بھی یہی ثابت ہے۔ (بخاری)

انسؓ بن مالک۔ وہ فرماتے ہیں میں نے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی ہے وہ سلام پھیرتے ہی اٹھ کھڑے ہوتے تھے۔

قال صلیت وراء النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وکان ساعۃ یسلم یقوم، ثم صلیت وراء ابی بکر فکان اذا سلم وثب فکانما یقوم عن رضفۃ (رواہ عبد الرزاق وفیہ ابن جریج وقال حدثت وفی الطبرانی الکبیر: ابن فروخ عن ابن جریج عن عطا عن انس)

وفی روایۃ: (ثم) انفتل ساعتئذ کانما کان جالسا علی رضف (عبد الرزاق باب مکث الامام بعد ما یسلم)

اس سے صرف اتنا ثابت ہوتا ہے کہ کسی موقعہ پر آپؐ نے ایسا بھی کیا تھا، لیکن اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ انھوں نے وقفہ جائز نہیں سمجھا تھا۔ محل نظر ہے۔ جیسا کہ دوسری روایات سے ثابت ہے کہ آپؐ سلام پھیر کر ذکر اذکار بھی کرتے رہتے تھے، یا یہ کہ صبح کی نماز پڑھ کر طلوع آفتاب تک

آپ کبھی بیٹھے بھی رہے تھے، بہر حال یہ سب امور مندرجہ بالا روایت کے خلاف جاتے ہیں۔ جو تاخیر کو مکروہ قرار دیتے ہیں یہ امور ان کو دعوتِ مطالعہ دیتے ہیں۔

ابوداؤد کی ایک روایت سے پتہ چلتا ہے کہ فرض اور سنتوں کے درمیان وقفہ نہ کرنا یہود و نصاریٰ کا دستور تھا۔ روایت میں ہے کہ جب سلام پھیرا تو ایک شخص دوگانہ پڑھنے کے لیے اٹھ کھڑا ہوا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے پکڑا اور کہا کہ یہ اہل کتاب کا مہلک دستور تھا، حضور ﷺ نے اس پر آپ کو شاباش کہی۔

ثم انفتل كانفتال ابی رمثة يعنی نفسه فقام الرجل الذی ادرك معه التكبيرة الاولى يشفع فوثب عمر فاخذ بمنكبيه فهزه ثم قال اجلس فانه لم يهلك اهل الكتب الا انهم لم يكن بين صلوتهم فصل فرفع النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بصره فقال اصاب الله بك يا ابن الخطاب (ابوداؤد باب فی الرجل يتطوع فی مكانه الذی فيه المكتوبة)

قال صاحب اعلام اهل العصر: والظاهر ان عمر لم يرد بالفصل فصلا بالتقدم لانه قال له اجلس ولم يقل تقدم او تاخر فتعين الفصل بالزمان (عون المعبود)

وقال الطيبی: ويحتمل ان يراد بعدم الفصل ترك الذكر بعد السلام (عون)

فرضوں کے بعد بعض سورتوں اور اذکار کی تلقین کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ طیبی کی توجیہ معقول ہے، اس لیے صحیح یہ ہے کہ فرضوں کے بعد جن کے ورد کی رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سفارش کی ہے۔ فرضوں کے بعد اتنی دیر اور تاخیر مکروہ نہیں، مسنون ہے، باقی رہا کوئی اور شغل؛ سو اس کی وجہ سے تاخیر کوئی مستحسن امر نہیں۔

اس سلسلے میں حضرت امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ کی بے اطمینانی بے محل معلوم ہوتی ہے اور بالکل غیر قدرتی — ہمارے نزدیک وہ اس سلسلے کی روایات کے بھی خلاف ہے۔

وہ اذکار، ورد و وظائف اور دعائیں جو فرائض کے بعد رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہیں خاصی تعداد میں ہیں، اگر وہ سب یا چند ایک ملا کر کوئی نمازی پڑھنا چاہے تو ظاہر ہے کہ فرضوں اور سنتوں کے درمیان وقفہ اور بڑھ سکتا ہے جو مطلقاً تاخیر کو مکروہ تصور فرما رہے ہیں ان کے لیے یہ بات مشکل بن جاتی ہے، چنانچہ اب انھوں نے یہ قید بھی بڑھا دی ہے کہ حضور سے جو ثابت ہیں ان سب کو جمع نہ کرے، کوئی ایک سی شے پڑھ لے۔

والادعية بعد الفريضة قبل السنن ثبتت كثيرة ولكنه لا يجمعها بل يأتی